دیباچہ

پی ایچ۔ڈی کا مقالہ میرے لیے ایک ڈراؤنے خواب سے کم نہیں تھا۔خوف یہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر آنکھ ہی نہ کھلی تو کیا ہو گا۔ہیملٹ اوفیلیا سے مکالمہ کرتے ہوئے ایک جگہ کہتا ہے کہ زندگی میں جتنے مصائب، دکھ اور تکلیفیں ہیں لوگ خودکشی کیوں نہیں کر جاتے ۔پھر اس سوال کا جواب بھی خود ہی دیتا ہے کہ اس دُنیا میں اگر ہم کوئی بھیانک خواب دیکھ بیٹھیں تو ہماری آنکھ کھل جاتی ہے اور ایک عرصہ ہم اس بھیانک خواب کے زیر اثر رہتے ہیں۔ایک خواب ہمارا سکون غارت کر دیتا ہے اور اگر موت کے عالم میں کوئی ایسا ہی خواب آ جائے اور ہم اُٹھ بھی نہ سکیں تو کیا ہو؟

مقالہ لکھا بھی جا چکا لیکن میری بے سکونی میں چنداں فرق نہیں آیا۔ایک عرصہ جس شخص کا واسطہ انسانوں سے زیادہ جانوروں اور نامانوس اشیا اور مظاہر سے رہا ہو اس کی ذہنی حالت خود مشکوک ہو جاتی ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مجھے اردگرد موجود اشیا کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جس ہیئت میں مجھے نظر آ رہی ہیں دراصل ان کی اصلی ہیئت یہ نہیں ہے۔یہ کوئی تبدیل شدہ شکل ہے۔اس حوالے سے میں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔"سنہری گدھا" پڑھنے کے بعد مجھے تمام گدھوں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت انسان ہیں جو اپنی کسی حماقت کی وجہ سے گدھوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔یہی معاملہ دوسرے جانوروں کے ساتھ بھی لگتا ہے۔

موضوع بہت ٹیڑھا تھا ایک عرصہ تو ہماری آپس میں بنی ہی نہیں۔ بے شمار غیر متعلقہ کتابیں بھی پڑھنی پڑیں۔مقالہ جتنا دلچسپ تھا اتنا ہی مشکل بھی تھا۔کہتے ہیں ناں کہ "اوکھلی میں سر دیا تو پھر دھمکوں سے ڈرنا کیا" بس یہی صورتِ حال میرے ساتھ بھی رہی۔کچھ وقت کے لیے بالکل سمجھ نہ آیا کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے اس موضوع پر مغرب میں کافی کام ہوا ہے لیکن اُردو میں ایسی کوئی مثال نہیں ملے گی جہاں کسی نقاد نے جم کر اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہو۔مختلف مضامین میں سرسری سا ذکر ضرور مل جاتا ہے لیکن اس سے تشنگی میں اضافہ ضرور ہوتا ہے کمی واقع نہیں ہوتی۔

جیلانی کامران اور سہیل احمد خان نے کایا کلپ پر کچھ گفتگو ضرور کی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں لکھا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مقالہ ہذا کے لکھنے کی نوبت پیش آئی۔ اس موضوع کی تفہیم اور تعبیر کے لیے مغربی دانشوروں اور

مفکرین کے علمی سرمایے سے رجوع کرنا ضروری تھا۔ یہاں ایسی کتابیں بھی دیکھنے کوملیں جن کا عنوان تو تبدیلی ہیت سے متعلقہ تھا لیکن کتاب میں سوائے کایا کلپ کے سب موجود ہوتا تھا۔ پہلا سال تو یونہی اِدھر اُدھر کی کتابیں پڑھنے میں گزر گیا۔ اس موضوع پر روایتی اصولوں کے تحت کام نہیں ہوسکتا تھا اس لیے بہت سی دقتیں بھی پیش آئیں۔

کایا کلپ کی نفسیاتی اور مابعد الطبیعاتی تعبیریں کرنے سے پہلے ضروری مرحلہ کایا کلپ کی تعریف کے تعین کا تھا۔

کچھ مغربی اور خود ہمارے ہاں بھی جن لوگوں نے اس موضوع پر کوئی تھوڑا بہت لکھا ہے۔ ان میں سے بیشتر نے کایا کلپ کی تعریف کے تعین کی کوشش نہیں کی۔ اُس وجہ سے بہت گڑ بڑ بھی دیکھنے کو ملی۔ انہوں نے ایسے مظاہر کی تعبیریں بھی کایا کلپ کی ذیل میں کی ہیں جو دراصل تبدیلی ہیت نہیں ہے۔ اس حوالے سے ہم نے جن ناقدین ادب کا حوالہ دیا ہے ان میں مرسیا ایلیاد (Mircea Eliade)، رچرڈ بکسٹن (Richard Buxton) اور اُردو میں سہیل احمد خان جیسے مفکرین شامل ہیں۔ مختلف لغات میں کایا کلپ کا جومفہوم مذکور ہے وہ یہ ہے ''کسی ٹھوس ہیت سے دوسری ٹھوس ہیت میں تبدیلی کا نام کایا کلپ ہے۔'' ایلیاد نے Encyclopedia of Religion میں Shape Shifting پر بات کرتے ہوئے آواگون، قالب در قالب تبدیلی وغیرہ کو بھی کایا کلپ کی ذیل میں رکھا ہے۔اس کے علاوہ رچرڈ بکسٹن نے دیوتاؤں کی کایا کلپ کو بھی اس تناظر میں دیکھا۔اس نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ دیوتاؤں کی پہلی ہیئت سے تو کوئی واقف نہیں تو کیسے کہا جائے کہ ان کی ہیئت تبدیل ہوئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کون بتا سکتا ہے کہ ان کی پہلی ہیئت کیا تھی؟ اس طرح کے یک رخے مطالعات کی وجہ سے بہت سے مسائل نے جنم لیا۔ سہیل صاحب نے بھی قالب در قالب کو تبدیلی ہیت سمجھا۔ میرے گمان میں Metamophosis کا صحیح اُردو ترجمہ ''تبدیلی ہیئت'' ہوسکتا ہے۔ تکرار لفظی سے بچنے کے لیے جہاں بھی تبدیلی ہیئت کے علاوہ کایا کلپ یا کوئی اور اصطلاح استعمال کی گئی ہے اس سے مراد تبدیلی ہیئت ہی ہے۔

اس حوالے سے Salid Gilhus نے ہمیں بتایا کہ ایک ہی زندگی میں تبدیلی ہیت کا نام Metamorphosis ہے جبکہ بیشتر زندگیوں میں رونما ہونے والی تبدیلی کا نام Metensomatosis ہے۔ اب جب ہم تعریف کا تعین کر بیٹھے تو جہاں اس کا بہت فائدہ ہوا وہیں نقصان بھی۔ فائدہ یہ ہوا کہ Clearity ہوگئی کہ کون سے مظاہر کایا کلپ میں اور کون سے نہیں ہیں جنہیں تھوڑی سی بے احتیاطی کی وجہ سے کایا کلپ سمجھ لیا جاتا ہے۔ نقصان یہ ہوا کہ اس موضوع پر اُردو داستانوں میں کایا کلپ کی مثالیں بہت محدود رہ گئیں۔ اگر ہم بے پناہ

غیر جانبداری کے ساتھ کایا کلپ کی تعریف کا تعین نہ کرتے تو ہمارا مقالہ بھی بہت ضخیم ہوسکتا تھا لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا۔ دوسرے نقادوں کی طرح اگر میں بھی آواگون، قالب در قالب سفر کے ذریعے تبدیلی، موت کے بعد روح کا زندہ ہونا وغیرہ کو کایا کلپ کے تناظر میں موضوع بحث بناتا تو مقالہ کے صفحات تو یقیناً بڑھ جاتے لیکن کام معیاری نہ کر پاتا۔

پہلے باب میں جہاں میں کایا کلپ کی تعریف کا تعین کیا ہے وہیں مختلف اساطیر میں کایا کلپ کے مظاہر اور ان کی معنویت پر مختصر بحث بھی کی گئی ہے۔ یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس دلچسپ مظہر کا اس مخصوص تہذیب کے فرد اور اس کی Approach پر کیا اثر ہے؟ کایا کلپ کا اس تہذیبی مزاج سے کیا تعلق ہے؟ اس باب میں یونانی، چینی، جاپانی، کورین اور ہندوستانی اساطیر میں موجود مظاہر کا جائزہ لیا گیا ہے اس کے علاوہ شامانوں کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عہد قدیم کے شامان (Shaman) اور عہد جدید کے شامان میں کیا فرق ہے؟ ان کے اساطیری حوالوں سے لے کر آج کے شامان کی روحانی قوت کا موازنہ کیا گیا ہے۔ یورپی عقیدے Werewolfism اور اس کی وجوہات پر پہلے باب کا اختتام کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں عالمی ادب میں موجود کایا کلپ کے چند اہم مظاہر پر بات کی گئی ہے۔ یہ باب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں چند منتخب تہذیبوں میں موجود لوک کہانیوں پر بحث کی گئی ہے۔ جن میں مصری، ہندوستانی، چینی، جاپانی، اٹلی، روس اور سکاٹ لینڈ وغیرہ کے ادب میں موجود لوک کہانیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مطالعے سے نہ صرف ان مختلف تہذیبوں کے مزاج کو سمجھنے میں مدد ملی بلکہ ان مظاہر کی پیشکش کو مدنظر رکھ کر اس نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تبدیلی ہیت کے داستان یا لوک کہانی میں طریقۂ کار کے ذریعے مختلف انسانوں کے مزاج کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ لوک کہانی کے علاوہ دو بڑی داستانوں الف لیلہ و لیلہ اور کتھا سرت ساگر میں موجود چند مثالوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ بادی النظر میں یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ شاید پہلے باب میں موجود اساطیری حوالے اور دوسرے باب کی لوک کہانیاں ایک جیسی ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ پہلے باب میں صرف اساطیر سے رجوع کیا گیا ہے۔ یہ حوالے طلسمی دُنیاؤں سے متعلقہ ہیں جبکہ دوسرے باب کی لوک کہانیوں کا تعلق روزمرہ انسان کے رہن سہن کے ساتھ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کئی کہانیاں کسی حد تک مماثل بھی ہیں۔

لوک کہانیوں اور داستانوں کے علاوہ شاعری، ناول اور افسانوں میں موجود کایا کلپ کی مثالوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ لوک کہانی اور دوسرے تخلیقی اصناف کے درمیان فرق کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس باب میں جس بات پر خاص طور پر توجہ دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ دیکھا جائے لوک کہانی، ناول، شاعری اور افسانے وغیرہ

میں تبدیلی ہیت کے مظہر کی پیشکش میں کیا فرق ہے اور اس حوالے سے ان اصناف میں عمل کی مماثلث کے باوجود ہیتی سطح پر حد فاصل کیسے قائم کی جا سکتی ہے؟ شاعری میں اووڈ کی طویل نظم ''کایا کلپ'' ناول میں اپولیس کا ''سنہری گدھا'' قدیم چینی ناول "The Journey To The West" کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ عہد جدید میں کافکا کا افسانہ ''کایا کلپ'' انتظار حسین کے دو افسانے ''آخری آدمی'' اور ''کایا کلپ'' پر خاص طور پر بات کی گئی ہے۔ ان بڑی تخلیقی فن پاروں کے ساتھ چند ایسے حوالوں پر بھی بات کی گئی ہے جن میں کلی طور پر کایا کلپ کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا لیکن تخلیق کاروں نے اپنی تخلیقی عمل میں اس سے کام ضرور لیا ہے۔ باب کا اختتام توفیق الحکم کے خوبصورت ڈرامے ''گدھا منڈی'' پر کیا گیا ہے۔

تیسرا باب اُردو داستانوں میں موجود کایا کلپ کے مظاہر کی نفسیاتی تعبیر پر مشتمل ہے۔ میں نے دانستہ طور پر ژونگ اور اس کے ہم خیال ماہرین نفسیات کے افکار کی روشنی میں کایا کلپ کے مظاہر کی تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرائیڈ اور اس کے مکتبہ فکر کو ماننے والے نفسیات دان یا نفسیاتی نقادوں نے انفرادی لاشعور کے حوالے سے نفس انسانی کی پیچیدگیوں پر بحث کی ہے۔ یہ مطالعہ خوابوں کی تعبیر اور تحلیل نفسی تک محدود ہے۔ فرائیڈ نے اگرچہ چند ادبی فن پاروں کا بہترین تجزیہ بھی کیا ہے۔ جن میں برادرز کرما زوف، ہیملٹ، میکتھ اور لیونارڈو ڈوونچی وغیرہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ لوک کہانی اور داستان پر اس کا کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ کہیں ڈھونڈنے سے کوئی حوالہ مل جائے تو مل جائے ورنہ اس کی توجہ صرف انسانی نفس تک ہی محدود رہی ہے۔ اس توجہ کا محور انسانی خواب اور ان خوابوں کے انسان کی شخصیت پر اثرات تک محدود ہے۔ اس کے مقابلے میں ژونگ اور اس کے مکتبہ فکر کے دوسرے نفسیات دانوں نے انفرادی لاشعور سے آگے بڑھ کر اجتماعی لاشعور کو دریافت کر لیا۔ آر کی ٹائپ اور اجتماعی لاشعور کی تعبیر قدیم اساطیر، لوک کہانیوں، داستانوں اور تمثیلوں کے گہرے مطالعے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس باب میں ہمارا مقصد محض کایا کلپ کے مظہر کی تعبیر کے ساتھ ساتھ جن عوامل کے نتیجے میں داستان میں یہ عمل رونما ہوتا ہے اس پر بحث کرنا تھا۔ اس عمل کے بغیر کسی بامعنی نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ ژونگ کے علاوہ جس اہم نفسیات دان نے لوک کہانیوں کو موضوع بحث بنایا اُس کا نام Mare Louse Von Franz ہے۔ لوک کہانی اور داستان میں ایسے اشارے ضرور موجود ہوتے ہیں جن کی مدد سے ہم کسی حد تک حقیقت کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ سو اس باب میں ان ماہرین نفسیات کے افکار کی روشنی میں کایا کلپ کی چند معنی خیز تعبیریں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں کایا کلپ کے مظاہر کا مابعد الطبیعیاتی علوم کے تناظر میں جائزہ لیا گیا ہے۔ آغاز ایک

حدیث مبارکہ سے کیا گیا ہے جس میں ان بارہ (۱۲) اقوام کا ذکر ہے جن کی شکلیں کسی گناہ یا نافرمانی کی وجہ سے بگاڑ دی گئی اور یوں وہ انسانی جامہ چھوڑ کر کسی دوسری نوع میں تبدیل ہو گئیں۔ نفس انسانی میں موجود خیر وشر کی کشمکش انسان کو اک لمحہ بھی سکون سے زندگی بسر نہیں کرنے دیتی۔ اس کشمکش کی وجہ سے اس کے باطن میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا اظہار داستان گو داستان میں جہاں اور عوامل سے کرتا ہے وہیں ایک تبدیلی ہیت بھی ہے۔ رموز حیات کی تفہیم کے لیے داستان گو اور صوفیاء کے نزدیک تمثیل اور تبدیلی ہیت ایسے مظاہر ہیں جن کے بغیر نفس انسانی کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ مختلف اشیاء یا جاندار انسان کے مختلف عوامل کی تجسیم ہیں۔ جوہر انسانی کی تفہیم موجودات کے بغیر ناممکن ہے۔ موجودات کی اُوٹ میں کچھ غیر مرئی معاملات ضرور رونما ہو رہے ہوتے ہیں جن کا اثر انسان کے روزمرہ عوامل سے عیاں ہو رہا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے اُپنشد کی رمزیت سے بھرپور ایک مثال ذہن میں آرہی ہے۔ ویسے تو یہ کافی طویل ہے لیکن یہاں ہم اختصار سے بات کریں گے۔ مہا گرو اپنے چیلے کو ایک پھل لانے کو کہتا ہے۔ وہ جب پھل لے آتا ہے تو اسے پھل توڑنے کا حکم ملتا ہے۔ گرو پوچھتا ہے کہ پھل میں کیا ہے؟ چیلا جواب دیتا ہے بیج۔ اب وہ اسے بیج کو توڑنے کو کہتا ہے۔ بیج جب ٹوٹ جاتا ہے تو گرو پوچھتا ہے کہ بیج میں کیا ہے؟ چیلا حیران ہو کر کہتا ہے یا گرو اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اب وہ اسے خوبصورت جواب دیتا ہے کہ جسے تم کچھ بھی نہیں کہہ رہے ہو وہ دراصل اس بیج، پھل اور درخت کا جوہر ہے جو خود تو پوشیدہ ہے لیکن موجودات کی عمارت اس پر قائم ہے۔ یہاں لاموجود نے انسان کو حیرت میں مبتلا کر دیا۔

یہی معاملہ مابعد الطبیعیات کے ساتھ ہے۔ موجود سامنے ہے، دکھائی دیتا ہے لیکن اس کا جوہر کہیں اُوٹ میں ہے۔ اس اُوٹ کی تلاش اور تفہیم مابعد الطبیعیاتی علوم کے تناظر میں کی جائے گی۔ اس باب میں مختلف صوفیاء اور مفکرین کے افکار کی روشنی میں کایا کلپ کے مظہر پر مابعد الطبیعیاتی حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ تبدیلی ہیت کا خواب، خیال اور تخیل سے کیا تعلق ہے؟ انسان کی روحانی نشوونما میں اس کا کیا کردار ہے؟ ایک ہیرو کے ان دیکھی دُنیاؤں کے سفر کا اس کی ذات پر کیا اثر رونما ہوتا ہے؟ ایک قاری جمالیاتی سطح پر حظ اُٹھانے کے باوجود اندرونی سطح پر کیا تبدیلی محسوس کرتا ہے؟ اس باب میں اس طرح کے سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

مابعد الطبیعیات اور اخلاقیات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تبدیلی ہیت انسان کی اخلاقیات اور اس کے کردار پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے مختلف مثالوں کی روشنی میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ انسان کا جانور اور دوسرے مظاہر فطرت سے کیا تعلق ہے اس کا تعین بھی اسی باب میں کرنے کی کوشش کی گئی۔ انسانی صفات کا مختلف النوع

جانوروں کے ساتھ تعلق اور اس کے نتیجے پر گفتگو کی گئی ہے۔ روحانی سطح پر ریاضت وعبادت اور ثابت قدمی کے ذریعے انسان خودکو جانور سے کتنا دور اور کتنا قریب محسوس کرتا ہے ۔محبت کرنے پر آئے تو نجس ترین جانور کو بھی گلے لگا لیتا ہے لیکن اگر تخریب پر مائل ہو جائے تو محبوب تر چیز کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لے۔ اس باب میں اس حوالے سے مختصر بحث کی گئی ہے اور تبدیلی ہیت پر مختلف زاویوں پر بات کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آخر میں مَیں اپنے محبوب دوست اور نگران مقالہ جناب ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالے کے عنوان کے انتخاب سے لے کر اختتام تک بہت محبت اور شفقت سے میری رہنمائی کی۔ یہ ان کا اخلاص ہی ہے جس کی وجہ سے مقالہ تکمیل کے مراحل سے گزرا۔زیادہ تعریف کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میرے دل میں ان کا کتنا احترام ہے۔ باقی جو ہیں ہی دوست ان کی تعریف کیا کرنی۔